۷۱

تمام جھگڑے قولِ سدید کے نہ ہونے سے پیدا ہوتے ہیں

(فرمودہ ۲۹ جنوری ۱۹۳۰ء)

مولوی علی محمد- مولوی فاضل (اجمیری) کا نکاح بھائی عبدالرحیم صاحب کی لڑکی عائشہ بیگم سے سات سو روپیہ مہر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۲۹- جنوری ۱۹۳۰ء کو پڑھا۔[1]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

دنیا میں جس قدر فتنے اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اگر ان پر غور کیا جائے تو ان کا اصل موجب قول سدید کا نہ ہونا ہوتا ہے- دنیا میں اکثر لوگ تو اس مرض میں مبتلاء دیکھے گئے ہیں کہ وہ عادتاً جھوٹ بولتے ہیں- پھر کئی ایسے ہوتے ہیں جو عادتاً تو جھوٹ نہیں بولتے لیکن ضرورت کے موقع پر ارادتاً جھوٹ بول لیتے ہیں- پھر بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو ارادتاً تو جھوٹ نہیں بولتے لیکن ان کی طبیعت ایسی کمزور ہوتی ہے کہ ڈر کے موقع پر غلط بات ان کے منہ سے نکل جاتی ہے- یہ ڈر بھی آگے کئی قسم کا ہوتا ہے- کئی تو ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنے کسی مقصد میں ناکام رہنے کی وجہ سے نقصان کا ڈر ہوتا ہے اور کئی ایسے ہوتے ہیں جن کو نقصان کا تو کوئی ڈر نہیں ہوتا لیکن فائدہ کے ہاتھ سے چلے جانا کا ڈر ہوتا ہے- اس فائدہ کے حصول کی امید میں جھوٹ بول دیتے ہیں اور پھر کئی لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں کسی فائدہ کی امید تو نہیں ہوتی لیکن محض ہردلعزیزی حاصل کرنے کے لئے جھوٹ بول دیتے ہیں یعنی جس نے جو بات کہی اس کے سامنے جی ہاں ٹھیک ہے کہہ دیتے ہیں- ایسے لوگ دنیا کی آواز اور اس کی رائے کو ہی اپنا خدا یقین کرتے ہیں- اور ان میں یہ جرأت نہیں ہوتی کہ سچائی سے اپنی ذاتی رائے ظاہر

کردیں۔ جیسی مجلس ہو وہ ایسا ہی خیال وہاں ظاہر کر دیتے ہیں اگرچہ خود دل میں برا بھی محسوس کرتے ہوں۔

پھر اس سے بڑھ کر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے خیال میں سچ بولنے والے ہوتے ہیں جو وہ کہتے ہیں وہ کذب تو بے شک نہیں ہوتا لیکن قول غیر سدید ضرور ہوتا ہے۔ عربی زبان میں قول سدید اور قول صادق میں فرق ہے۔ دیگر مذاہب صرف یہ تعلیم دیتے ہیں کہ سچ بولو لیکن اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ تمہارا قول سچا اور ساتھ ہی سدید بھی ہونا چاہئے یہ عین ممکن ہے کہ ایک قول قول صدق ہو۔ لیکن قول سدید نہ ہو لیکن قول سدید قول صدق ضرور ہوتا ہے۔ قول سدید کے معنے یہ ہیں کہ اس میں کوئی کجی نہ ہو اور وہ نہ صرف معناً سچ ہو بلکہ ان مخفی خیالات کے لحاظ سے بھی سچ ہو جو انسان بات کرتے وقت اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہے۔ یہ نہ ہو کہ اس کی بات تو سچی ہو لیکن جو مفہوم وہ اس بات سے دوسرے کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہے وہ صحیح نہ ہو اور پھر یہ بھی نہ ہو کہ اس کے دل میں تو اور مفہوم ہے لیکن دوسرا اس کی بات سے کچھ اور سمجھ رہا ہو مگر جب موقع آئے اور دوسرا گرفت کرے تو کہہ دے میرا تو یہ مطلب نہ تھا جیسے کچھ سال ہوئے ساؤتھ افریقہ میں یہ سوال پیدا ہوا کہ وہاں ہندوستانیوں کو کیا حقوق دیئے جائیں بعض انگریزوں نے کہا کہ ہندوستانی ایسٹ افریقہ لے لیں۔ لیکن بعد میں وہاں بھی انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ جب اس پر اعتراض کیا گیا تو کہہ دیا۔ ہم نے تو کہا تھا لے لو مگر تم نے لیا نہیں۔ اگر تصفیہ کر لیتے تو ہم اس پر قابض نہ ہوتے۔ تو بعض باتیں قول صدق ہوتی ہیں قول سدید نہیں ہوتیں۔ مگر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہمیشہ قول سدید ہونا چاہئے کیونکہ بہت سے جھگڑے اور تفرقے قول سدید نہ ہونے سے ہی پیدا ہوتے ہیں خصوصاً بیاہ شادی کے تنازعات۔

بعض لوگ کلام ایسے مخفی طور پر کرتے ہیں کہ خود ان کے نزدیک تو اس کا مفہوم اور ہوتا ہے لیکن سمجھنے والا اور مفہوم لیتا ہے اور ایسے ڈپلومیٹک الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں کہ جن سے دو مفہوم نکل سکیں۔ ایک لڑکا اپنے والدین کو روپیہ دیتا رہتا ہے جس سے وہ اس سے بہت خوش رہتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد جب وہ جائداد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تو جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ دونوں میں روپیہ کے متعلق کوئی تشریح موجود نہیں ہوتی لیکن والدین یہی سمجھتے ہیں کہ بلحاظ اولاد ہمیں یہ رقم بطور نذرانہ دیتا ہے اور جب وہ اس کے عوض میں جائداد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تو برا مناتے ہیں اور باہمی تنازعہ شروع ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ محض قول سدید کا نہ ہونا ہے اگر

روپیہ دیتے وقت یا والدین لیتے وقت اپنے اپنے خیال کو ظاہر کر دیتے تو یہ نوبت نہ آتی۔

میں اپنے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ بہت سی لڑائیاں اور جھگڑے اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ ابتداء میں صفائی سے کھول کر بات چیت نہیں کرلی جاتی۔ ایک ہی بات کا کوئی کچھ مفہوم سمجھتا ہے اور کوئی کچھ۔ اور جب یوم الدین یعنی فیصلہ کا وقت آتا ہے تو اصل بات ظاہر ہو جاتی ہے اور جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر فریقین قول سدید کریں تو ممکن ہے اس وقت کچھ جھگڑا یا قدرے بدمزگی پیدا ہو جائے لیکن بعد میں ہمیشہ کے لئے سُکھ رہے۔ اور شادی کا معاملہ کرتے وقت اگر تمام شرائط صاف الفاظ میں اور پوری وضاحت سے طے کرلی جائیں اور کوئی غلط فہمی درمیان میں نہ رہنے دی جائے تو بعد میں بہت کم جھگڑوں کا احتمال ہو سکتا ہے مگر صاف الفاظ کے یہ معنے بھی نہیں کہ دوسرے کو گالی دی جائے۔ صاف بات بھی نرمی سے کہی جاسکتی ہے اور دراصل اخلاق نام ہی اس پالش کا ہے جو انسان بات کرتے وقت اختیار کرتا ہے۔ مسئلہ اخلاق انسانیت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ بعض باتیں انسانیت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

پھر انسانیت کے بعد یہ درجہ آجاتا ہے کہ عادات و اخلاق کی پالش کی جائے مثلاً اگر کوئی دوسرے شخص کو مارتا ہے تو اگر میں اخلاق کا باریک فلسفہ بیان کروں تو یہی کہوں گا کہ وہ انسان نہیں کیونکہ یہ بات انسانیت سے تعلق رکھتی ہے کہ کسی کو مارا نہ جائے لیکن بات کرتے وقت اگر آداب کو اختیار نہ کیا جائے اور لب و لہجہ تُرش ہو تو یہ اخلاق کا سوال ہے۔ پس قول سدید کے یہ معنے نہیں کہ جو منہ میں آیا بکتے چلے گئے بلکہ اسے بھی خاص حدود کے اندر رکھنا چاہئے اور انسان کو چاہئے دوسرے کے جذبات کا بھی خیال رکھے اور یہ بھی دیکھے کہ دوسرے پر اس کی بات کا کیا اثر ہوگا اور اگر ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھا جائے اور قول سدید کو اخلاق سے برتا جائے تو کسی جھگڑے کا موجب نہیں ہوگا۔ اور کوئی ناراضگی پیدا نہیں ہوگی اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ ہم اپنے کسی دوست کو بلانا چاہتے ہیں لیکن کہتے ہیں اگر آنا ہو تو آؤ، نہیں تو نہ سہی۔ اب یہ قول سدید تو ہے لیکن اس سے دوسرے کا دل ضرور دکھے گا۔

اگر انسان ہمیشہ بات ایسی کہے جو ظاہراً و باطناً ایک ہی مفہوم رکھتی ہو اور ساتھ ہی اسے ایسے رنگ میں پیش کرے کہ دوسرے پر اس کا برا اثر بھی نہ پڑے تو ایسی صلح کی بنیاد قائم ہو سکتی ہے جس سے ہمیشہ آپس میں پیار اور محبت رہے لیکن دل میں کچھ رکھنا اور ظاہر کچھ کرنا ہمیشہ فتنہ کا موجب ہوتا ہے۔ ایک شخص اپنی بیوی کو زیور بنا کر دیتا ہے بیوی اسے پہنتی ہے۔

لیکن کچھ عرصہ بعد جب وہ چاہتا ہے کہ اسے فروخت کرکے مکان بنوالے تو جھگڑا پیدا ہوجاتا ہے۔ بیوی کہتی ہے اس نے مجھے دے دیا تھا اور میں اس کی مالک ہوں۔ اسے واپس لینے کا کوئی حق نہیں۔ لیکن خاوند کہتا ہے میں تو اس لئے دیتا ہوں کہ یہ پہنے اور میں اس کی سجاوٹ دیکھ کر مسرت حاصل کروں۔ میرا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ تمام زیور اس کی ملکیت میں دے دوں۔ اب دونوں ہی سچے ہیں لیکن جھگڑے کی وجہ صرف قول غیر سدید ہے۔ اگر قبل از وقت معاملہ کی وضاحت ہوجاتی تو کبھی یہ نتیجہ نہ ہوتا۔ پس خیال رکھنا چاہئے کہ اکثر جھگڑے ایسی باتوں سے ہی پیدا ہوتے ہیں جو اگرچہ جھوٹ تو نہیں ہوتیں لیکن بہ باطن ان میں فریب ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام یہی تعلیم دیتا ہے کہ ہمیشہ ایسی بات کہو جس میں پیچ نہ ہو اور جس کے متعلق تم نہ کہو کہ میری بات سچ ہے بلکہ یہ کہہ سکو کہ میرا قول قول سدید ہے اور اس میں کوئی پیچ نہیں۔

(الفضل ۱۴۔ فروری ۱۹۳۰ء صفحہ ۶)

[1] الفضل ۴ فروری ۱۹۳۰ء صفحہ ۱